علم کا کارواں

سچی کہانی پر مبنی

انڈویجوئل لینڈ
انفرادی آزادی کے لئے کوشاں

KYI
Karachi Youth Initiative

Contact us
info@individualland.com

individualland

individualland

www.individualland.com

علم کا کارواں

سچی کہانی پر مبنی

کونٹینٹ ڈیویلپر (لکھاری)

سندس سیدہ، ذوالفقار حیدر

یحیٰی احمد، فرحان خالد

کوارڈینیشن

سید فہد الحسن

ڈیزائینر

عدیل امجد، ڈاٹ لائینز

پبلیشر

انڈو ویجوئل لینڈ پاکستان

فہرست

ہمارے بچے ہمارا سرمایہ ____ ۲

غلطی کی معافی ____ ۸

میرا لیاری پیارا لیاری ____ ۱۶

تربیت کے لیے عمر کی قید نہیں ____ ۲۰

لیاری کی شان ____ ۲۴

انڈو ویجوئل لینڈ

انفرادی آزادی کے لئے کوشاں

KYI

Karachi Youth Initiative

معزز قارئین السلام وعلیکم!

ہم امید کرتے ہیں کہ لیاری کے ہونہار طلباء اور طالبات دل لگا کر پڑھ رہے ہوں گے۔ یقیناً تعلیم حاصل کرنا اور اِسے دوسروں تک پہنچانا سب سے عظیم کام ہے، مشکلات جیسی بھی ہوں، اگر انسان اِن کے سامنے ڈٹ جائے تو یہ مشکلیں اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں۔ یہ شمارہ بھی ایک ایسی ہی خاتون کی زندگی کی کہانی کے گرد گھومتا ہے جس نے وقت اور زمانے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہر قدم پر مشکلات کے باوجود اُس نے ہمت نہیں ہاری۔ لیاری گینگ وار، منشیات فروشوں اور جرائم پیشہ عناصر کی آماجگاہ بن چکا ہے جس سے یہاں رہنے والوں کی زندگیاں اجیرن ہو چکی ہیں۔ سب سے زیادہ نقصان یہاں کی جواں نسل کو ہوا ہے جو تعلیم اور دوسری سرگرمیاں کی غیر موجودگی اور حکومتی غیر توجہی کے باعث اِن جرائم پیشہ عناصر کا نشانہ بن رہے ہیں۔

ایسے حالات میں تہمینہ نے نہ صرف بچوں کو پڑھانے اور ان کی ذمہ داری لینے کو ذمہ اٹھایا بلکہ ان بچوں کے والدین کو بھی تعلیم و تربیت کے سفر میں ساتھ لے کر چل رہی ہیں۔ ہمارے نوجوان جو ہمارے ملک کا سرمایہ ہیں ان کو درست راہ کے انتخاب کے لیے تہمینہ نے راستہ دکھلایا، ان کے بھولے بھٹکے باپ کو جینے کی نئ امید دلائی، ماؤں کو ان کے بڑھاپے کے سہاروں کی سرپرستی کرنے کے قابل بنایا۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تہمینہ کی ان کاوشوں کو جاری رکھنے کے لیے اس کے زیرِ سایہ تعلیم اور تربیت پانے والے نوجوان بھی اسی کڑی کا حصہ بن چکے ہیں۔ تہمینہ نے بچوں کو لیاری اس آنکھ سے دیکھایا جو صرف امن دیکھنا چاہتی ہے۔ اب یہ نوجوان جو لیاری میں پھولوں اور تتلیوں کو اپنے اردگرد منڈلاتے دیکھتے ہیں اور لیاری کو ایسا تصور کرتے ہیں جہاں پیار اور امن کی بولی ہی بولی جاتی ہے یہ سب تہمینہ کی کوششیں ہیں۔

جب تہمینہ تھک ہار جاتی ہے تو ماں باپ کی حوصلہ دلانے والی باتیں اس کے دل میں دوبارہ ایک نئی امنگ پیدا کر دیتی ہیں۔ آیئے پڑھیے کہ آخر تہمینہ کا اسکول ہے کیسا اور اس میں پڑھنے والے بچے دوسرے بچوں سے کیسے مختلف ہیں۔

کہانی کے اصلی کردار کی شناخت کو ظاہر نہ کرنے کے لئے فرضی ناموں کا استعمال کیا گیا ہے۔

ہمارے بچے ہمارا سرمایہ

صبح کے ساڑھے سات بج رہے تھے۔ تہمینہ کی گاڑی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے لیاری کے علاقے رئیس آباد میں داخل ہوئی۔ یہ علاقہ کہنے کو تو رئیس آباد تھا، مگر یہاں کی سڑکیں کافی تنگ تھیں اور مکانات بھی خستہ حالی کا شکار تھے۔ تنگ سڑکوں کے باعث ٹریفک بھی آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ تہمینہ کا اسکول کچھ فاصلے پر موجود ایک

اسے چند قدموں پر ایک شخص تڑپتا ہوا دکھائی دیا اور دو نوجوان جنہوں نے اپنے چہرے نقاب سے ڈھانک رکھے تھے جلدی سے موٹر سائیکل گھمایا اور ایک گلی کے اندر غائب ہو گئے۔ ایسا واقعہ تہمینہ کے لئے نیا نہیں تھا۔ وہ پچھلے پانچ سالوں سے لیاری میں ایک اسکول چلا رہی تھی اور آئے دن ایسے واقعات ہوتے دیکھتی رہتی تھی۔

گلی میں واقع تھا۔ گاڑی ابھی کچھ ہی آگے گئی تھی کہ گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔ تہمینہ نے گھبراتے ہوئے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ

سڑک پہلے ہی کافی تنگ تھی، فائرنگ کی آواز اور ایک زخمی شخص کو سڑک پر تڑپتا دیکھ کر ہر کوئی گھبرا کر اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا، اب ٹریفک بالکل

رک چکی تھی، بعض لوگ تو اپنی سواریاں بیچ سڑک پر ہی چھوڑ کر محفوظ جگہوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ تہمینہ نے ہوش سنبھالتے ہی چاروں طرف نظر دوڑائی، کچھ ہی فاصلے پر اُسے پانچ چھے سال کی ایک بچی روتی ہوئی دیکھائی دی۔ اُس سے رہا نہیں گیا اور وہ جلدی سے گاڑی سے اتری اور اس بچی کی جانب بڑھی۔ وہ بچی رو رو کر ہلکان ہو چکی تھی۔ تہمینہ نے اسے گلے لگایا اور دلاسہ دیا اور پوچھا کہ وہ کہاں رہتی ہے؟ وہ بچی گھبراہٹ کے باعث کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ تہمینہ نے آس پاس نظر دوڑائی کے شاید اس بچی کا کوئی جاننے والا نظر آجائے، اس

نے ایک دو لوگوں سے پوچھنے کی بھی کوشش کی مگر کسی نے گھبراہٹ کے مارے اس کا جواب نہیں دیا۔ تہمینہ نے سوچا کہ وہ اس بچی کو مسجد میں چھوڑ آتی ہے تا کہ اعلان کروایا جائے۔ ابھی وہ یہ

سوچ ہی رہی تھی کہ ایک عورت جس کی عمر ۲۵ سال ہو گی، گھبرائی ہوئی اس کے پاس پہنچی اور تہمینہ سے کہا "یہ میری بچی ہے"۔

بچی نے جب اس عورت کو دیکھا تو جلدی سے اس سے لپٹ گئی اور دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیا۔ بچی کو جب تھوڑا حوصلہ ہوا تو تہمینہ نے اُس کی ماں سے پوچھا "'بچی کا نام کیا ہے؟'" اُس کی ماں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا 'گیتری'۔ تہمینہ کو یہ نام سُن کر ذرہ برابر بھی

حیرت نہیں ہوئی۔ اُس نے مزید پوچھا کہ ' کیا یہ اسکول نہیں جاتی؟' بچی کی ماں نے جواب دیا " نہیں ابھی ہم سوچ رہے ہیں کہ اس کو کس اسکول میں داخل کروائیں"۔ تہمینہ نے اس عورت سے کہا" یہاں ساتھ ہی میرا ایک اسکول ہے اگر

آپ مناسب سمجھیں تو کیا آپ مجھے مل سکتیں ہیں۔" عورت نے حیرت سے تہمینہ کی جانب دیکھا اور پوچھا" کیا میں وجہ جان سکتی ہوں کہ آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہ رہی ہیں"؟ تہمینہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا" میں گیتری کے بارے میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں"۔ اب بچی بالکل خاموش تھی اور ماں کو تہمینہ سے گفتگو کرتے ہوئے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ۵ سال کی بچی کے لیے یہ ناممکن تھا کہ وہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سمجھ پائے لیکن وہ بہت غور سے تہمینہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس عورت نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے کہا" آپ مجھے کیا کہنا چاہتی ہیں؟ "تہمینہ نے جواب دیا " پریشان نہیں ہوں کل آپ میرے اسکول آئیں گی تو میں آپ کو بتاؤں گی"۔ اس نے کہا" میں کب آؤں تہمینہ نے اس کو ٹائم بتایا تو اس نے کہا "میں پوری کوشش کروں گی۔ اب میں چلتی ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی اور تہمینہ اس کو کچھ دور جاتا دیکھتی رہی۔

اگلے دن تہمینہ سکول داخل ہوئی ہی تھی کہ اس کی نظر گیتری کی ماں پر پڑی۔ گیتری بھی اس کے پاس ہی کھڑی اسکول میں مختلف سرگرمیوں میں مصروف بچوں کو دیکھ رہی تھی۔ تہمینہ نے قدم آگے بڑھائے اور اس سے حال احوال پوچھا۔ گیتری کی ماں نے جواب دیا" میں بالکل ٹھیک ہوں، " "آپ کیسی ہیں؟" تہمینہ نے کہا "میں بھی ٹھیک ہوں، کرسی کو کھینچ کر تہمینہ بھی اس عورت کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ اب وہ عورت بول رہی تھی" میں پہلے یہاں آتے ہوئے گھبرا رہی تھی، لیکن کل آپ سے ہونے والی دو چار باتوں نے مجھے حوصلہ دیا کہ میں یہاں آؤں اور آپ سے بات کروں" تہمینہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا آپ کو معلوم ہے میں نے آپ کو یہاں کیوں بلایا ہے؟" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ تہمینہ نے کہا" آپ نے اب تک گیتری کو سکول داخل کیوں نہیں کروایا؟" اس نے جواب دیا" آپ تو جانتی ہی ہیں لیاری میں کیا حالات ہیں، ہم تو ہندو ہیں یہاں ہم رہ رہے ہیں یہ ہی ہمارے لیے بہت ہے، مجھے ڈر ہے کہ لیاری میں جو حالات ہیں ایسا نا ہو کہ مجھ سے میری زندگی کا آخری سہارا گیتر ی چھن جائے۔" اسکول میں

ناجانے اس کے ساتھ کیا سلوک ہو یہ ہی سوچ کے میں سے اس کو ابھی تک اسکول نہیں بھیجا"۔ تہمینہ نے اس کی بات ختم ہونے کر بعد بولنا شروع کیا" یہ قتل وغارت تو لیاری میں عرصہ دراز سے جاری ہے، لیکن یہ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ جو سب یہاں ہو رہا ہے وہ ہماری اگلی نسلوں تک منتقل نا ہو۔ یہ سب روکنے کے لیے ہمیں ہی کچھ کرنا ہوگا"۔ گیتری کی ماں نے اچانک کہا "ہم یہ سب کیسے روک سکتے ہیں؟ آخر ہم کر ہی کیا سکتے ہیں؟ ہم تو خود لاچار اور بے بس ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس کی سوالیا نگاہیں تہمینہ کے چہرے پر منجمند ہو گئیں تھیں۔ تہمینہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا" ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں، ہم برائی سے دوررہ کر، اپنے بچوں کو ان کاموں سے دور رکھ کر اور ان کو اعلیٰ تعلیم دلوا کر اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔" اب گیتری کی ماں بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی، اس نے تہمینہ سے پوچھا آپ نے مجھے یہاں کیوں بلوایا آخر میں کیا کر سکتی ہوں؟" تہمینہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوئے اور پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا" آپ سے میں آج کچھ مانگ رہی ہوں آپ مجھے وہ دے دیں تو آپ بھی اس کا حصہ بن سکتی ہیں۔"

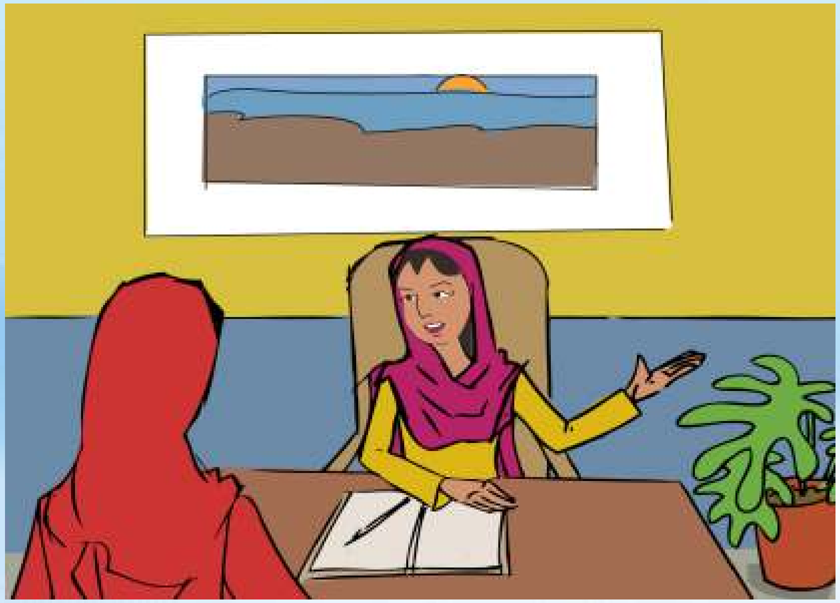

گیتری کی ماں نے حیرت سے سوال کیا" میں کیا دے سکتی ہوں؟ تہمینہ " آپ مجھے گیتری کا مستقبل دے سکتی ہیں۔گیتری کی ماں" میں آپ کی بات نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں؟" تہمینہ آپ کو معلوم ہے کہ لیاری کا یہ سکول" روشنی سکول" جس میں ۹۰ کے لگ بھگ بچے تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں ۔ یہ تمام بچے یہاں سے شہر کے بہترین سکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کی سرپرستی اور ذمہ داری بھی میری ہی ہوتی ہے۔ صرف یہ ہی نہیں ہم ان کے ماں اور باپ کے ساتھ بھی ہر ہفتے میٹنگ کرتے ہیں اور اس تربیت کے حصے میں ماں اور باپ کو بھی تربیت دی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ آپ لوگ ہی ہیں جو گھر کا ماحول اچھا بنا کر ہمارے کام کو آسان کرتے ہیں۔" یہ کہنے کے بعد تہمینہ نے تھوڑا ٹھہرنے کے بعد کہا" میں گیتری کو بھی اس سکول کا حصہ بنانا چاہتی ہوں۔" گیتری کی ماں کی آنکھیں خوشی سے جگمگانے لگیں اس نے خوشی سے کہا یہ صرف گیتری کے مستقبل کی بات نہیں، آپ تو ماں باپ کا مستقبل بھی سنوار رہی ہیں" ایک وہ زمانہ تھا کہ مجھے تعلیم حاصل کرنے کا جنون تھا، وہ جنون وہ خواب ایسے پورا ہوگا میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" یہ کہتے ہوئے گیتری کی ماں کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ تہمینہ نے اس کے خوشی سے دمکتے چہرے کی جانب دیکھ کر کہا" کل سے گیتری بھی اس سکول کا حصہ بن رہی ہے ناں؟" گیتری کی ماں نے آنکھوں میں آنسو لیے کہا" کیوں نہیں!" اور تہمینہ سے اجازت مانگ کر وہاں سے خوشی خوشی گھر کی جانب چل پڑی۔

گیتری کی ماں کے جاتے ہی تہمینہ نے ایک گہرا سانس لیا، سکون اور اطمینان کی ایک لہر جیسے اس کی روح تک کو تر و تازہ کر گئی ہو۔ تہمینہ یہ سوچنا بھی گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ لیاری کے بچے اپنے ارد گرد ہونے والے تشدد اور قتل وغارت دیکھ کر پلیں بڑھیں اور ان ہی معاشرتی بیماریوں کو اپنی زندگی کا حصہ سمجھتے ہوئے وہ ہی کام اپنا لیں۔ تہمینہ کا یہ سفر محض بچوں کی تعلیم و تربیت تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کارواں کے ساتھ ان بچوں کے والدین بھی ہیں جو تعلیم و تربیت کے اس سفر میں تہمینہ کے شانہ بشانہ ہیں۔

غلطی کی معافی

صبح کے دس بج رہے تھے سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اسکول کے گراؤنڈ میں بچے مختلف کھیلوں میں مصروف تھے۔ کسی کو گرمی لگ جاتی تو چند لمحے درخت کے سائے تلے بیٹھ کر ستا لیتا۔ کوئی بچہ پانی پی لیتا اور دوبارہ کھیل شروع ہو جاتا۔ کچھ بچے گرمی کے موسم میں ایک دوسرے پر پانی پھینک کر قہقہے لگاتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ یہ سارا منظر دیکھتی ہوئی تہمینہ سکول کے ایک کلاس روم کے دروازے پر پہنچی۔ کلاس روم میں موجود ایک درمیانی عمر کی خاتون بلیک بورڈ پر کچھ لکھنے میں مصروف تھیں جبکہ کلاس میں موجود بچوں کی ہلکی ہلکی آوازیں مکھیوں کی بھنبناہٹ کی طرح سنائی دے رہی تھیں۔ تہمینہ کو دروازے پر دیکھتے ہی سب بچے ایک دم خاموش ہو گئے۔ یک دم خاموشی کے باعث کمرے میں موجود خاتون جو کہ بچوں کی استانی تھیں، ان کا دھیان بھی دروازے کی جانب ہو گیا۔ تہمینہ کو دیکھ کر استانی جی مسکرائیں اور حال احوال جاننے کے بعد انہوں نے کلاس کے مانیٹر کو کلاس کا خیال رکھنے کو کہا اور تہمینہ کو ساتھ لے کر وہ سٹاف روم کی جانب بڑھ گئیں۔

سٹاف روم کے درمیان ایک لمبے سے میز کے ارد گرد کرسیوں پر پانچ چھ استانیاں بیٹھی مختلف کاموں میں مصروف تھیں۔ تہمینہ اور استانی جی کو دیکھ کر سب کا دھیان ان کی طرف ہو گیا، سب نے تہمینہ کو سلام کیا اور حال احوال معلوم کیا۔ اُن میں سے ایک استانی نے پوچھا کہ ’آپ کا اسکول کیسا چل رہا ہے؟‘ تہمینہ نے جواب دیا ’خدا کا شکر ہے، اسکول اچھا چل رہا ہے اور اب تو بچوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔‘ یہ کہہ کر تہمینہ اور وہ استانی جی بھی کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ استانی جی نے تہمینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ’امجد پڑھائی میں تو اچھا ہے، نمبر بھی اچھے لیتا ہے لیکن اس کے رویے سے پورا اسکول تنگ ہے، اسی لیے آج آپ کو تکلیف دینا پڑی‘۔ یہ سُن کر کمرے میں موجود وسری اُستانیوں نے بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ’آپ اس کی سر پرست بھی ہیں اور استانی بھی رہی ہیں، اس کی عادات سے بہتر طریقے سے واقف ہیں، آگے کا کیا لائحہ عمل ہونا چاہیئے اب یہ آپ ہی بتائیں؟‘۔ تہمینہ جو استانی جی کی باتیں نہایت غور سے سن رہی تھی، نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ ’آپ کی ناراضگی بجا ہے، آپ مجھے ایک دو دن کا وقت دیں، انشاء اللہ آپ کا گِلہ دور ہو جائے گا‘۔ یہ کہہ کر انہوں نے امجد کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ملے گا۔ استانی جی نے کہا کہ ’اس کی کلاس کا فری پیریڈ ہے، وہ اس وقت گراؤنڈ میں ہو گا۔ تہمینہ

نے استانی جی سے اجازت چاہی اور گراؤنڈ کی جانب چل پڑیں۔

تہمینہ سٹاف روم سے نکلتے ہی گراؤنڈ کی جانب چل پڑی۔ گراؤنڈ کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر انہوں نے امجد کو تلاش کرنے کی خاطر چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اب گراؤنڈ میں بچوں کا ہجوم کم ہو چکا تھا، البتہ گراؤنڈ کے ایک کونے میں کھڑے چند بچوں کی آپس میں تکرار چل رہی تھی۔ پھر ان میں سے ایک بچے نے دوسرے بچے کو مارنا شروع کر دیا، جب تہمینہ نے ذرا غور کیا تو وہ بچہ امجد تھا۔ وہ تیزی سے اُس جانب چل پڑی، جب وہ بچوں کے قریب پہنچی تو اسے ان کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔ امجد غم و غصے کی حالت میں روتا جا رہا تھا اور دوسرے بچے کو پیچھے دھکیلتا ہوا کہہ رہا تھا کہ 'میں گندا بچہ نہیں ہوں، میرا علاقہ بھی گندہ نہیں ہے'۔ اسی دوران ساتھ کھڑے دوسرے بچے زور زور سے چلا رہے تھے کہ 'تمہارا علاقہ گندا ہے، تم سب لوگوں کو مارتے ہو، تمہارے سکول میں بھی یہ ہی سکھایا جاتا ہے کہ لوگوں سے لڑائیاں کرو'۔

تہمینہ کے قریب پہنچتے ہی سب بچے خاموش ہو گئے۔ تہمینہ کو دیکھتے ہی حیرت کے مارے امجد نے اس بچے کو چھوڑ دیا اور فوراً سے پہلے تہمینہ سے لپٹ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ مار کھانے

والے بچے نے موقع غنیمت جانا اور باقی بچوں کے ساتھ مل کر اپنی کلاس کی جانب بھاگ گیا۔ البتہ روتے ہوئے امجد کے چہرے پر شرمندگی کے تاثرات نمایاں تھے۔ تہمینہ نے اس سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کو خود سے جدا کیا اور کہا 'کہ میں نے آپ کی ساری باتیں بھی سنی ہیں اور آپ کو اس بچے کو مارتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ آخر یہ اپنی بات منوانے کا کون سا طریقہ ہے؟' یہ سن کر امجد نے اپنے آنسو پونچھے اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، تہمینہ نے اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ وہ امجد کو لے کر اس کی کلاس کی جانب بڑھ گئی۔ کلاس روم میں کوئی استانی موجود نہیں تھیں۔ تہمینہ امجد کو لے کر اس بچے کی جانب بڑھی جسے امجد مار رہا تھا اور امجد سے کہا 'امجد آپ اس سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کریں۔ امجد کچھ دیر تو خاموش رہا، پھر اس نے ہچکچاتے ہوئے اس بچے سے معافی مانگی اور ہاتھ ملایا۔ تہمینہ نے دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دونوں کو آئندہ نا لڑنے کی تاکید کی۔ اس کے بعد وہ امجد کو لے کر کلاس سے باہر آئی اور امجد سے کہا 'آپ آج چھٹی کے بعد اسکول آ کر مجھ سے ملیں، میں نے آپ کی امی ابو کو بھی بلایا ہے۔ یہ کہہ کر وہ باہر کے راستے کی جانب بڑھ گئی، جبکہ امجد اسے دور تک جاتا دیکھتا رہا۔ پیچھے سے کچھ بچے ہنسنا شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں استانی جی بھی کلاس میں پہنچ گئیں اور امجد انہیں دیکھ کر کلاس میں چلا گیا اور ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔

تہمینہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر لیاری کی جانب روانہ ہو گئی، اس کے ذہن میں ابھی چند لمحے پہلے دیکھا

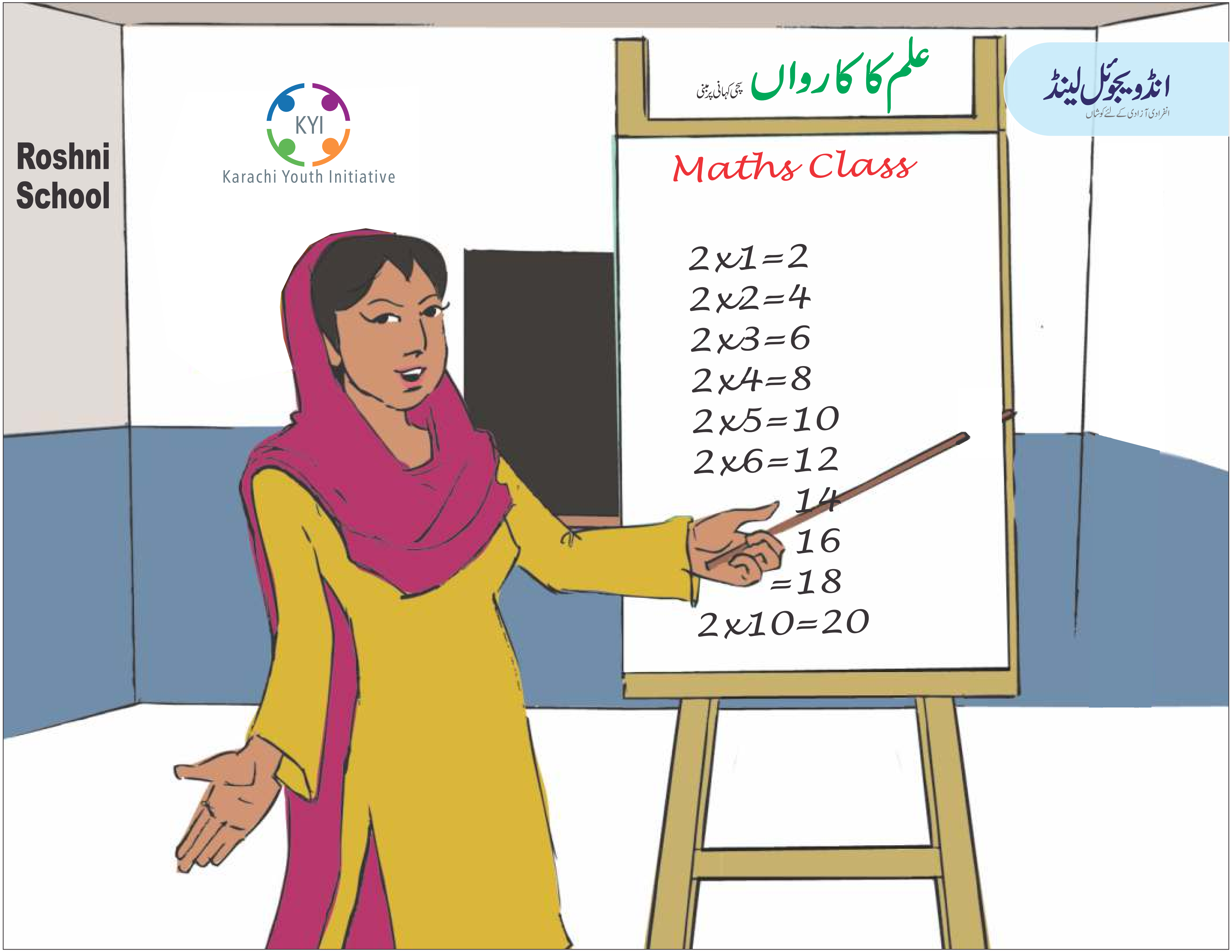

علم کا کارواں
سچی کہانی پر مبنی
انڈویجوئل لینڈ
انفرادی آزادی کے لئے کوشاں
Roshni School
KYI
Karachi Youth Initiative
Maths Class
2x1=2
2x2=4
2x3=6
2x4=8
2x5=10
2x6=12
14
16
=18
2x10=20

گیا منظر ایک فلم کی طرح چل رہا تھا۔ وہ خودکلامی کررہی تھی۔" کیا میری تربیت میں کوئی کمی رہ گئی ہے؟ آخر امجد کا رویہ ایسا کیوں ہوگیا وہ پہلے تو کبھی بھی ایسا نہیں تھا۔ پھر اس نے سر جھٹکا اور خود کو تسلی دی یقیناً امجد کے اس رویے کے پیچھے ضرور کوئی مسئلہ ہے جو امجد کو پریشان کررہا ہے۔ مجھے اس کے لیے کچھ کرنا ہوگا میری محنت ضائع نہیں ہوسکتی۔ ان ہی خیالوں میں مگن وہ لیاری میں داخل ہوگئی۔ گاڑی سے اتر کر اس نے اپنے اسکول کا رخ کیا۔ اسکول کا نام "روشنی" تھا، اس نے اسکول کے سامنے لگے بورڈ کو رک کر ایک لمحے کو دیکھا اور سوچا" میں تو ہمیشہ بچوں کی زندگیوں میں روشنی پھلانے کی کوشش کرتی رہی، لیکن یہ کیسے ہوگیا کہ امجد کی زندگی میں اس سے اجالا کیوں نہ ہوا؟ اس نے سر جھٹکا اور اسکول کے اندداخل ہوگئی۔

وہ وہاں بچوں کے ساتھ مگن ہوگئی۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی نگاہیں بار بار دروازے کی جانب جا رہی تھیں جیسے اس کو کسی کا شدت سے انتظار ہو۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اس کی نگاہ دروازے میں کھڑی ایک خاتون پر پڑی۔ تہمینہ نے بچوں کو کام میں مشغول چھوڑ کر دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔ دروازے میں کھڑی ہوئی خاتون امجد کی والدہ تھیں جن کو تہمینہ نے امجد کے رویے کے بارے میں آگاہ کرنے کے لیے اسکول بلایا تھا۔ لیکن تہمینہ کو یہ دیکھ کر غصہ آیا کہ اس نے امجد کے والد کو بھی ساتھ آنے کا کہا تھا لیکن امجد کی والدہ اکیلی ہی آئیں تھیں، تہمینہ نے اردگرد نگاہ دوڑانے کے بعد ایک سوالیہ نگاہ امجد کی والدہ کی جانب اٹھائی۔ امجد کی والدہ سمجھ گئیں کہ تہمینہ کس کا انتظار کررہی ہیں لیکن خاموش نگاہوں سے تہمینہ کی جانب دیکھتی رہیں۔ تہمینہ بھانپ گئی کہ ضرور کوئی بات ہے جس کی وجہ سے

امجد کے والد اسکول حاضر نہیں ہوئے۔ وہ امجد کی والدہ کو لے کر اسکول کے ایک کمرے میں آگئیں۔

کمرے میں بچوں کی بہت سی کرسیاں رکھیں تھیں اور سامنے ایک کرسی اور میز پڑا تھا تہمینہ میز کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئیں اور امجد کی والدہ کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا امجد کی والدہ ایک کرسی کو میز کے پاس کرتے ہوئے تہمینہ کے سامنے بیٹھ گئیں۔ اب تہمینہ کے چہرے پر کچھ ناراضگی کے آثار نمایاں تھے، تہمینہ: امجد کی والدہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ امجد کے والد کو بھی ساتھ لائیں گی، وہ کہاں ہیں؟ امجد کی والدہ چند لمحے خاموش رہیں اس کے بعد روندھی ہوئی آواز میں بولنا شروع کیا" آپ تو جانتی ہیں کہ امجد کے والد نشے کے عادی ہیں، آپ کے سمجھانے کے بعد انہوں نے یہ کام ترک کردیا تھا، اور ان کو کام بھی مل گیا تھا لیکن اب انہوں نے دوبارہ نشہ شروع کر دیا ہے اور محلے کے غنڈے موالیوں کے ساتھ بیٹھنا شروع کر دیا ہے"۔ اب امجد کی والدہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی باقاعدہ برسات ہورہی تھی۔ تہمینہ نے ان کو دلاسا دیا تو انہوں نے ہمت جمع کر کے دوبارہ بولنا شروع کیا"اب وہ کام پر بھی نہیں جاتے گھر کے حالات پہلے جیسے ہوگئے ہیں۔ بچوں کو اور مجھے

بھی مارتے پیٹتے ہیں۔جس کی وجہ سے بچے بھی پریشان رہتے ہیں۔"

امجد کی والدہ خاموش ہوگئیں ان کی نگاہیں اپنے دامن پر گرنے والے آنسوں پر تھی اور ہاتھ گود میں رکھے تھے۔ وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہیں تھیں۔آخر اس سکوت کو تہمینہ نے ہی توڑا۔ تہمینہ: کیا آپ جانتی ہیں کہ میں نے آپ کو آج یہاں کس لیے بلوایا ہے؟ امجد کی والدہ نے نفی میں سر ہلایا۔تہمینہ نے ایک گہرہ سانس لینے کے بعد کہا" آج میں امجد کے اسکول گئی تھی، امجد اسکول میں مار کٹائی کرتا ہے اور یہ ہی سب کرتے ہوئے میں نے اس کو دیکھ بھی لیا۔اس سب کے پیچھے کیا وجوہات ہیں یہ بھی جان گئی۔ امجد بچہ ہے آپ کے گھر کے ان حالات سے اس پر کیا اثرات ہو رہے ہیں آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کرسکتیں،لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ وہ میرے سمجھانے سے سمجھ گیا ہے۔لیکن اگر آپ لوگوں نے گھر کا ماحول ٹھیک نہیں رکھا تو مجھے امجد کی سرپرستی سے دست بردار ہونا پڑے گا۔" تہمینہ کا یہ کہنا تھا کہ امجد کی والدہ اچانک بولیں " آپ تو جانتی ہیں کہ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ امجد آپ کی سرپرستی میں رہے، مجھ سے جو کچھ بھی بن پایا میں کروں گی۔لیکن اس کے لیے مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہوگی"۔تہمینہ نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا" میں آپ کی مدد کے لیے تیار ہوں۔ یہ بھی اچھا ہوتا کہ آپ امجد کے والد کو ساتھ لے کر آتیں ۔ امجد کی والدہ نے کہا میں پوری کوشش کروں گی کہ اگلی دفعہ ان کو بھی ساتھ لے کر آؤں ، ایک آپ ہی ہمارا واحد سہارا ہیں جو امجد کے والد کو سمجھا سکتی ہیں"۔

تہمینہ نے ایک نگاہ امجد کی والدہ کے بے بس چہرے پر ڈالی اور کہا" مجھے آپ سے ہمدردی ہے اس لیے میں آپ سے اجازت چاہتی ہوں کہ میں امجد کے والد کے لیے کچھ کروں۔" یہ سن کر امجد کی والدہ پریشان ہوگئیں اور پوچھا" آپ ان کو پولیس کے حوالے تو نہیں کریں گی؟" تہمینہ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا" میں ایسا کچھ نہیں کروں گی، لیکن میں ان کے علاج کروانے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔" امجد کی والدہ کے چہرے پر سکون کے تاثرات اُمنڈ آئے ، اس کی

آنکھیں خوشی سے جگمگا اٹھیں۔تہمینہ نے فون اٹھایا کوئی نمبر ملانے کے بعد ۳ بیلوں کے بعد کسی نے بھاری آواز میں سلام کیا، تہمینہ نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے کوئی بات کی اور فون بند کردیا۔فون رکھنے کے بعد اب وہ امجد کی والدہ کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے مخاطب تھیں " میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں، میں نے ایک کلینک سے امجد کے ابو کا علاج کرنے کی بات کی ہے " ابھی تہمینہ نے بات ختم بھی نہیں کی تھی کہ امجد کی والدہ فوراً بولیں" میری طرف سے پوری اجازت ہے" یہ کہتے ہوئے ان کی آواز روندھی ہوئی تھی لیکن ان کی آنکھوں میں خوشی کی چمک نمایاں ہو رہی تھی۔انہوں نے تہمینہ کو کہا کہ ایک آپ ہی ہیں جو ہمارے لیے اتنا سب کرتی ہیں، لیکن ہم ہیں کہ ہمیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ آپ دور سے لیاری جیسے علاقے میں آتی ہیں اور ہماری اور ہمارے بچوں کی ذمہ داری لیتی ہیں۔ میں پوری کوشش کروں گی کہ میری طرف سے آپ کو کوئی شکایت نہ ہو۔اور امجد کو آپ نے سمجھا دیا ہے وہ تو ویسے بھی آپ کی ہر بات مانتا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو مایوس نہیں

کرے گا۔تہمینہ نے کہا" مجھے بھی اس بات کی خوشی ہے کہ امجد میری ہر بات مانتا ہے۔امجد کی والدہ نے کہا کہ آپ ہی امجد کے والد کو سمجھا سکتی ہیں میں اگلی والدین کی میٹنگ میں ان کو ضرور لے کر آؤں گی۔"

میرالیاری پیارالیاری

سردیوں کی ایک سہانی صبح کا آغاز تھا،علی سکول جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔اس نے ماں کے گلے میں باہیں ڈال کراس کوالوداع کہااوراسکول کی جانب روانہ ہونے ہی لگا تھا کہ ماں نے اس کوکہا"علی اسکول میں کوئی ایسی شرارت نہیں کرنی جس کی وجہ سے آپ کو یا کسی دوسرے کونقصان اٹھانا پڑے۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا" آپ کو یہ باتیں تہمینہ آنٹی بتاتی ہیں ناں؟"ماں نے کہا" جی بیٹا آپ کی تہمینہ آنٹی بہت اچھی باتیں بتاتی ہیں ، وہ آپ کے بابا اور ماما کو بھی پڑھاتی اور اچھی باتیں بتاتی ہیں۔لیکن آپ اسکول سے لیٹ ہورہے ہیں جائیں جب آپ واپس آئیں گے تب ہم بہت سے باتیں کریں گے۔" علی نے خداحافظ کہتے ہوئے قدم آگے بڑھادیئے۔

راستے میں علی پرندوں ، مرغیوں اور بلیوں کو دیکھتے ان کے پیچھے بھاگتے جلدی جلدی سکول کی جانب جارہا تھا کہ ایک جانب سے ایک موٹر سائیکل آیااس پر ۱۵ سے ۱۶ سال کے دونو جوان

سوار تھے ،علی کے قریب سے تیزی سے موٹر سائیکل گزارتے ہوئے ایک دوکان پر کھڑے ایک آدمی پر گولی چلائی اور وہاں سے فرار ہو گئے۔علی ابھی قریب سے موٹرسائیکل گزرنے کی وجہ سے ہی سہا کھڑا تھا کہ فائرنگ کی آواز نے اس کے اوسان خطا کر دیئے۔اب وہ زمین پر پڑے آدمی کوتڑپتا دیکھ رہا تھا۔تب ہی ایمبولینس

کے سائرن کی آواز نے اس کوکسی خواب سے جگایا اور وہا اسکول کی جانب بھاگ گیا۔اسکول کی تنگ گلی میں پہنچ کر جیسے اس کے سانس بحال ہوگیا ہو،اس تنگ گلی میں وہ گھٹن زدہ ماحول ناتھا جو وہ ایک کھلے علاقے میں دیکھ کرآیا تھا،ابھی بھی اس کے چہرے پر خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔ تب ہی اس کو سامنے سے آتی تہمینہ نظر آئی وہ اس کی جانب لپکا اوراس سے لپٹ گیا۔ اب علی کے حوصلے جواب دے گئے تھے،اب اس نے زاروقطار رونا شروع کردیا تھا۔تہمینہ نے علی کو پیار کیا اوراس کوتسلی دی " علی آپ تو بہت بہادر بچے ہو،آپ تو کبھی بھی نہیں روتے ،چلو ہم اسکول چلتے ہیں ہم آج سیر کرنے بھی جائیں گے۔" علی کی آنکھیں جیسے خوشی سے جگمگا اٹھیں۔ اس نے پوچھا" آج ہم کہاں جائیں گے؟" تہمینہ نے اس کو کہا چلو ہم سب کو چل کے بتاتے ہیں کہ ہم باہر جائیں گے آج یہ میں آپ کوابھی نہیں بتاؤں گی۔وہ علی کا ہاتھ تھامے اس کو ساتھ لیے کلاس میں داخل ہوئی۔

جیسے ہی تہمینہ کلاس میں داخل ہوئی بچے اس کی جانب لپکے،تہمینہ ان کو پیار کرتی ہوئی اپنی کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔کمرے میں قالین بچھا ہوا تھا بچے اس پر بیٹھے پڑھ رہے تھے۔تہمینہ نے ان کو کہا

ایک دائرہ بنا کر بیٹھ جائیں سب بچے دائرے میں بیٹھ گئے اب تہمینہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ چکی تھی۔ تہمینہ نے کہا آپ لوگ آنکھیں بند کریں سب نے آنکھیں بند کرلیں۔ تہمینہ نے کہا آپ سوچیں کہ " آپ لیاری کے گیٹ سے اندر داخل ہو رہے ہیں، لوگ آپ کو سلام کر رہے ہیں، کوئی ایک دوسرے کو نہیں مار رہا۔ سب لوگ پیار سے اور مل جل کر کام کر رہے ہیں" کیا آپ کو ایسا لیاری نظر آیا" سب بچے با آواز، بلند بولے" جی! ہمارا لیاری سب سے اچھا ہے یہاں کے لوگ اچھے ہیں اب کوئی بھی لڑائی نہیں کر رہا"۔ تہمینہ نے پوچھا" ایسا لیاری کون بنائے گا" بچے بولے" ہم بنائیں گے"۔ تہمینہ نے پوچھا آپ کو پتہ ہے آج ہم سیر کے لیے بھی جائیں گے۔ لیکن آپ لوگ پہلے چند سوالوں کے جواب دیں پھر میں آپ کو لے کر جاؤں گی۔ بچوں نے کہا" ہم جواب دیں گے"۔ تہمینہ نے پوچھا " پاکستان کس نے بنایا؟ " بچے بولے" قائدِ اعظم محمد علی جناح نے پاکستان بنایا"۔ تہمینہ نے کہا آپ سب کے آگے تین تین تصاویر رکھی ہوئی ہیں ان میں سے قائدِ

اعظم محمد علی جناح کی کون سے تصویر ہے سب بچے مجھے دیکھائیں۔ سب نے قائدِ اعظم کی تصویر نکال کر ہوا میں لہرائی۔ تہمینہ نے شاباش دیتے ہوئے کہا" آج ہم قائدِ اعظم محمد علی جناح کے مزار پر جا رہے ہیں"۔ سب بچے خوش نظر آ رہے تھے۔ علی نے کہا" ہم وہاں موم بتیاں بھی جلائیں گے"، ثناء بولی اور ہم پھول بھی لے کر جائیں گے"۔ خضر نے کہا" ہم سب مل کر قومی

ترانہ بھی پڑھیں گے"۔ تہمینہ مسکرا کر بچوں کے خوشی سے دمکتے چہروں کو دیکھ رہی تھی۔ تہمینہ نے کہا" آپ لوگ چل کے گاڑی میں بیٹھیں میں بھی آپ کو وہاں ہی ملوں گی"۔ سب بچے قطار بنا کر باہر کی جانب چل پڑے۔

مزار پر بچے بہت خوش رہے۔ اب وقت آ گیا تھا کہ وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جائیں۔ تہمینہ نے ان سب کو گاڑی میں بیٹھنے کو کہا۔ اب گاڑی لیاری کی جانب رواں دواں تھی لیکن بچے گاڑی سے باہر دیکھ رہے تھے ان کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ان کے ساتھ بھاگتے یہ درخت، گاڑیاں یہ چہل پہل اور خوشحالی بھی ان کے ساتھ لیاری کی جانب رواں دواں ہے۔ پتہ نہیں کب گاڑی لیاری کے علاقے میں داخل ہو گئی لیکن بچے تو ان ہی تتلیوں کے رنگوں اور خوشحال نظاروں میں کھوئے ہوئے تھے۔ تہمینہ کا بھی یہ ہی مقصد تھا وہ بچوں کو اس گھٹن زدہ ماحول سے باہر نکال کر باہر کی دنیا بھی دیکھانا چاہ رہی تھی، تاکہ وہ دیکھیں کہ اس معاشرتی بیماریوں سے پاک ایسے علاقے بھی ہیں جہاں سکون اور چین کی دنیا بستی ہے۔ یہ ہی وہ بچے ہیں جو آگے چل کر لیاری کو بھی اسی سرزمین پر ایک امن کے گہوارے میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

تربیت کے لیے عمر کی قید نہیں

آج روشنی اسکول میں والدین سے ملاقات کا دن تھا۔ تہمینہ نے کلاس میں آتے ہی کلاس خالی کروا کر تمام کرسیاں ایک طرف رکھوا دیں، ان کرسیوں کے سامنے اپنی کرسی رکھوا دی اور اس پر بیٹھ کر والدین کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں بچوں کے والدین آنے لگے، ۱۵ سے ۲۰ منٹ کے اندر اندر تقریباً تمام والدین آ چکے تھے۔ لیکن اب کس کا انتظار تھا؟ تہمینہ کبھی گھڑی پر نگاہ ڈالتی اور کبھی دروازے پر ایک نگاہ دوڑاتی۔ ایک بچی فاطمہ کی والدہ ابھی تک نہیں آئیں تھیں، اگر ان کروالد آ جاتے تب ہی تہمینہ میٹنگ کی شروعات کر لیتی لیکن ان میں سے کوئی نہیں آیا تھا۔ تہمینہ اپنی کرسی سے اٹھ کر دروازے کی جانب گئیں اس نے گلی میں جھانکا تب ہی اس کو ایک خاتون تیز قدموں سے چلتی اسکول کی جانب آتی دیکھائی دی۔ جب وہ قریب آئیں تو اس نے پہچان لیا کہ یہ فاطمہ کی والدہ تھیں۔ تہمینہ نے ان سے سلام دعا کرنے کو کہا " ہم آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے آ جائیں تاکہ ہم میٹنگ کی شروعات کر سکیں۔"

جیسے ہی فاطمہ کی والدہ آ کر کرسی پر بیٹھیں تو ایک دو لوگوں کی آواز آئی " اب آپ کے شوہر کی

طبیعت کیسی ہے؟" فاطمہ کی والدہ نے جواب دیا" پہلے سے بہت بہتر ہیں"۔ تہمینہ سمجھ گئی کہ کوئی مسئلہ ہے اس نے فاطمہ کی والدہ سے پوچھا" آخر کیا ماجرہ ہے؟ خیریت ہے ناں!" فاطمہ کی والدہ نے کہا" کل دفتر سے واپسی پر چند نامعلوم افراد فاطمہ کے والد کو اٹھا کر لے گئے تھے، ان پر تشدد کرنے کے بعد کہیں پھینک گئے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے، میں تو بس یہ ہی شکر کر رہی ہوں کہ وہ زندہ سلامت واپس آ گئے تھے۔" تہمینہ نے پوچھا" اب ان کی حالت کیسی ہے؟" فاطمہ کی والدہ نے بتایا کہ وہ اب بہت بہتر ہیں ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔" سب نے مل کر فاطمہ کے والد کی صحت یابی کی دعا مانگی۔

تہمینہ نے گھڑی کی جانب نظر ڈالتے ہوئے کہا" ہم پہلے ہی کافی لیٹ ہو چکے ہیں میرے خیال سے آج کی بات چیت کا باقاعدہ آغاز کرنا چاہیئے۔" ساتھ ہی وہ لوگوں سے تعلیم و تربیت کی کارکردگی کے بارے میں گفتگو کرنے میں مشغول ہوگئی۔ تہمینہ طیب کے والد سے مخاطب ہوئیں " آپ کو کوئی نوکری

ملی؟" طیب کے والد نے کہا" ابھی کوشش کر رہا ہوں" تب ہی طیب کی والدہ نے کہا" انہوں نے رکشہ خریدا تھا تھوڑے دن چلایا اور پھر بیچ دیا، کہتے ہیں میں پڑھا لکھا ہوں میں یہ کام نہیں کر سکتا"۔ تہمینہ نے غصے سے طیب کے والد سے مخاطب ہو کر کہا" مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی اگر نوکری نہیں ملتی تو کیا ساری عمر ایسے ہی بیٹھے رہو گے؟ اپنے بیوی بچوں کے لیے تم اگر حلال کی روزی نہیں کما سکتے تو بچوں کو کیا تربیت دو گے؟" طیب کے والد سر جھکا کر ساری بات سن رہے تھے۔ تہمینہ نے پوچھا" رکشہ بیچ کر جو پیسے آئے تھے وہ کہاں گئے؟ وہ سب اڑا چکے ہو گے؟ ہے ناں! " طیب کے والد تو ابھی تک خاموش بیٹھے تھے تب ہی طیب کی والدہ نے کہا " جو پیسے رکشہ بیچ کر آئے تھے انہوں نے کسی کو نوکری کے لیے رشوت دے دی تھی۔ نوکری تو ملی نہیں اور وہ بندہ پیسے لے کر فرار ہو گیا۔" اب تہمینہ کافی غصے میں تھیں اور طیب کے والد کو کہہ رہی تھیں کہ جس کام کر شروعات ہی رشوت سے ہو وہ کام اچھا کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ کو یہ بات سمجھ کیوں نہیں آتی کہ محنت میں عظمت ہے آپ لوگ محنت کو عار کیوں سمجھتے ہو۔ طیب کی والدہ نے کہا اگر یہ کام نہیں کرتے تو اب میں کہیں کام ڈھونڈ کر محنت کر کے گھر چلا لوں گی۔ طیب کے والد شرمندہ لہجے میں بولے " نہیں مجھے اب اور شرمندہ نہ کرو میں اب ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گا۔" اسی طرح سب کے والدین سے گفتگو کا سلسلہ چلتا رہا اور اس دن کا اختتام ہوا۔

اب تہمینہ یہ سوچتے ہوئے اپنے گھر کی جانب رواں دواں تھی کہ اس سفر کا آغاز کرنا اس کے لیے کتنا مشکل مرحلہ تھا۔ اس کام میں اس کو بہت سی مشکلات

کا سامنا کرنا پڑا۔ علاقے کے حالات کے ساتھ ساتھ اس کو والدین کا اعتبار جیتنے جیسے سنگین مسئلے کا حل بھی ڈھونڈنا پڑا۔ لیکن اب تو یہ کارواں بن چکا تھا۔ تہمینہ نا جانے کن سوچوں میں مگن تھی جب وہ ان سوچوں سے نکلی تو اس نے دیکھا کہ اس نے انجانے میں گاڑی ایک اسکول کے سامنے کھڑی کر دی ہے۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آئی۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا گاڑی سے اتر کر ایک گہرا سانس لیا اور اسکول کے اندر داخل ہوئی۔ جیسے ہی وہ اسکول کے سٹاف روم میں داخل ہوئی اس اسکول کے تمام اساتذہ اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور یک زبان ہو کر بولے" میم! آپ یہاں ہمیں بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آپ یہاں آئیں ہیں۔" تہمینہ نے کہا مجھے بھی بہت خوشی ہو رہی ہے کہ تم لوگوں نے میرا نام آگے چلایا۔ مجھے اب یہ فکر نہیں ہے کہ روشنی اسکول میں کم بچے پڑھ رہے ہیں لیکن اب مجھے حوصلہ ہے کہ تم لوگ بھی میری طرح اس کام کو آگے لے کر چل رہے ہو۔ میرے ہاتھوں میں تعلیم و تربیت والے بچے اب اس مقام پر ہیں کہ وہ میرے کارواں کا حصہ بن گئے ہیں"۔

تہمینہ نے انہیں بتایا کہ وہ بھی اپنے اسکول کو مزید پھیلانا چاہ رہی ہے۔ اس کے لیے وہ اسکول کے باقی لوگوں سے کل مشورہ کرے گی۔ اس نے کہا" مجھے خوشی ہے کہ اس کارواں میں ہی لگائے گئے پودے اب پھل دینے لگے ہیں۔ وہ بچے جو کل روشنی اسکول میں پڑھتے تھے اسے پاس کر کے اب اس قابل ہوئے ہیں کہ وہ اسی طرز کا ایک اسکول چلا سکیں وہ بھی تو اسی کارواں کا حصہ ہیں۔ روشنیاں بکھیرنے کا یہ سفر محض روشنی سکول تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ اب یہ روشنیوں کا کارواں بن گیا ہے۔

لیاری کی شان

اس رسالے کے ذریعے آپ سے آدھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی ہمیں آپنے خیالات سے آگاہ کریں کہ آپ کو اپنے ہی علاقے کے لوگوں کے بارے میں جان کر کیسا لگا اور کیا آپ ان لوگوں کو پہلے بھی جانتے تھے؟

آپ ہمیں ان لوگوں کی داستانیں بھی بھیج سکتے ہیں جو آپ کے علاقے میں کسی مثبت کام کرنے یا کروانے میں سرگرم ہیں۔اگر آپ نے اپنے علاقے میں کسی اچھے کام کی بنیاد ڈالی ہے، اگر آپ کو کبھی تشدد کا سامنا کرنا پڑا ہو یا آپ کسی غلط کام سے بھاگ کر کسی مثبت کام کی جانب آئے ہیں اس صورت میں بھی آپ اپنی کہانی ہمارے ساتھ شیئر کر سکتے ہیں۔

کیا آپکو لیاری کی مشہور شخصیات کے بارے میں معلوم ہے؟ اگر ہاں تو ان کے کوائف ہمارے ساتھ شیئر کر کے اس رسالے میں لیاری کی پہچان کو اجاگر کرنے کا حصہ بنیں۔اگر نہیں تو ہم آپکو بتاتے چلیں کہ۔۔۔۔

مشہور اولمپک باکسر حسین شاہ لیاری سے تعلق رکھتے ہیں۔

سکندر بلوچ جو باڈی بلڈنگ میں سابق مسٹر پاکستان رہے ہیں انکا تعلق بھی لیاری سے ہے۔

عمر بلوچ، غلام عباس اور استاد قاسم لیاری کے مشہور فٹ بال کھلاڑی ہیں۔

واجہ خیر محمد ندوی وہ سکالر ہیں جنھوں نے قرآن کو بلوچی زبان میں لکھا آپکا تعلق بھی لیاری سے ہے۔

واجہ غلام محمد نور الدین تعلیم کے شعبے سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ لیاری سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان شخصیات کے بارے میں بھی مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے پڑھتے رہیے۔صرف یہی نہیں بلکہ آپ ہی کے علاقے لیاری میں بہت سے ایسے نام ہیں جنھوں نے نہ صرف لیاری کے لیے کام کیا ہے بلکہ دنیا بھر میں پاکستان کا نام بھی روشن کیا ہے۔

ادارے سے آگاہی

انڈ و یجوئل لینڈ (آئی ایل) پاکستان اپنے آغاز ہی سے نوجوانوں کی ترقی کیلئے مصروفِ عمل رہا ہے۔ "فرد میگزین" اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، جو پچھلے دو سالوں سے نوجوانوں سے متعلق مختلف موضوعات پر روشنی ڈالنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔اسی طرح پاکستان کے ۲۴ اضلاع میں "پیپ: نوجوان امن کے سفیر" کے عنوان سے تقریری مقابلوں کا کامیاب انعقاد، منتخب کردہ ۲۲ نوجوانوں کو لیڈرشپ اور کمیونیکیشن کی تربیت اور ٹیلی ویژن ریئیلٹی شو آئی ایل پاکستان کی کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔جنوبی پنجاب کے ۴ اضلاع اور خیبر پختونخواہ کے شہر پشاور میں مضمون نویسی کے مقابلے اور کامیاب ہونے والے طلباء و طالبات کی لیڈرشپ اور کمیونیکیشن پر دو زورہ تربیت کا انعقاد بھی انڈ و یجوئل لینڈ پاکستان کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔انڈ و یجوئل لینڈ پاکستان نے جنوبی پنجاب میں نوجوانوں کو ایک متبادل فراہم کرنے کی خاطر ایک کامِک بُک "شکپیاں" کا اجراء بھی شروع کیا ہے۔آئی ایل نے حال ہی میں لیاری کے محنتی اور کامیاب نوجوانوں کی کہانیاں عوام تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہے تاکہ خصوصاً لیاری کے نوجوان اِن کہانیوں سے سبق حاصل کر سکیں۔